www.rahimia.org

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ
رحیمیہ
لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
قدس اللّٰہ سِرّہٗ السّعید مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

مجلس ادارت
سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

دسمبر 2016ء / ربیع الاوّل 1438ھ جلد نمبر 8 ، شمارہ نمبر 12 – قیمت: 20 روپے سالانہ ممبرشپ: 200 روپے – تین سالہ ممبرشپ: 500 روپے

فہرست مضامین

- جامعیتِ حیات
- حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار
- سیرتِ نبوی ﷺ اور ہمارے قومی رویّے
- عالم گیر نظام کا لازمی تقاضا؛ شریعتِ الٰہی کی پابندی
- تربیت کے فطری اصول
- اقتصادی راہداری
- ایشیائی ترکی اور رجب طیب اردگان
- جامع اُسوۂ حسنہ
- آفاقی دین، آفاقی اقدار، آفاقی اُسوہ
- اُسوۂ نبویؐ کی آفاقی اَقدار؛ اَخلاقِ اربعہ
- اسوۂ حسنہ کی اساس پر رحمت کا نظام
- شذرے
- خلیفۂ راشد حضرت فاروقِ اعظمؓ عدالت میں
- صدر الصدور مفتی صدر الدین آزردہؒ
- دینی مسائل
- ہدیہ بہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم
- رحیمیہ مطبوعات کی شاہکار کتابیں

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی
خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

’’حضرت والا نے متعدد آیات پڑھیں، جن میں ذکر تھا کہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو سخت تکالیف اور آزمائشیں اُن کی تربیت کے لیے بھیجیں اور فرمایا کہ: اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۝ (2:29) ’’کیا تم مجرد اقرارِ ایمان پر ہی جنت میں چلے جاؤ گے اور بخشے جاؤ گے اور کیا تمھاری آزمائش نہ ہوگی۔‘‘ اور جہاد و صبر وغیرہ کا ذکر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے سے محبت کرنے والوں کو جو فقر کا پتہ دیا ہے کہ: ’’ان پر تنگی آئے گی‘‘، تو وہ آئی۔ حدیث میں ہے کہ بعض صحابہؓ نے فرمایا کہ: ’’ہم نے تو کچھ پھل بھی چکھ لیا، مگر ہمارے بعض بھائی ایسی حالت میں دنیا سے سدھار گئے کہ انھوں نے فراخی کا نشان بھی نہ دیکھا۔‘‘ اور یہ فراخی بھی ایسی تھی کہ وہ تو اس سے خود ایسے ہی کچھ (تھوڑا بہت) متمتع (لطف اندوز) ہوئے، جیسا کہ حالات سے ظاہر ہے۔‘‘

(مجلس: ۹ر رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ/ 7ر اگست 1946ء مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 30-129۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام ’’ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور‘‘ اکاؤنٹ نمبر 0010030341820010 الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ 0533

www.rahimia.org

درسِ قرآن

مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ

جامعیتِ حیات

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًاؕ (21:33)

(تمھارے لیے بھلی (مفید) تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال۔ اس کے لیے جو کوئی (کہ) امید رکھتا ہے اللہ کی اور پچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا۔)

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سال سالہ زندگی کو ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر جامع واقع ہوئی ہے۔ اگر ایک طرف آپؐ اصولِ خلافت و سلطنت، جمہوریت اور آدابِ حکمرانی، تدبیرِ مملکت، حل و عقد، صلح و جنگ وغیرہ عمل میں لاتے اور تعلیم فرماتے ہیں تو دوسری طرف سیاستِ منزلی، تہذیبِ اَخلاق، آراستگیٔ آداب، خاندانی معاملات، گھرانوں کے آپس کے تعلقات کو اعلیٰ پیمانے پر عمل میں لاتے ہوئے لوگوں کو سکھلاتے ہیں۔ اگر کبھی آں جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام مسندِ قضا اور کرسیٔ انصاف و فصل خصومات، قطع منازعات پر جلوہ افروز ہوتے ہوئے بہ طورِ جج اور چیف جسٹس فرائض کو انجام دیتے اور اُمت کو ان کا درس دیتے ہوئے ان کے دستور العمل کی تعلیم کرتے ہیں تو کبھی قواعدِ تقنین (قانون سازی)، استخراجِ مسائل (مسائل کا حل)، افتائے واقعات، استنباطِ احکام عمل میں لاتے ہوئے لوگوں کو لاء اور قانون کا ماہر بناتے ہیں۔ اگر آپؐ کبھی کرسیٔ احتساب پر بیٹھے ہوئے حدود و قصاص، تعزیر و حبس، ضربِ حدود، تادیب وغیرہ مجرموں اور قانون کو ہاتھ میں لینے والوں، اہل فسق و فجور، اصحابِ بغی و عدوان (ظلم و ناانصافی کرنے والے)، اربابِ منکرات، قانون شکنی کرنے والوں وغیرہ پر جاری فرماتے ہوئے طرقِ سیاست، اہل بدعات، قواعدِ احتساب، ذرائع سدِ منکرات (بُرے کاموں سے روکنے کے طریقے)، قوانین روک وتھام، مداخل شہوات و غصب، تعدی و غضب تعلیم فرماتے ہیں۔

اگر کبھی آپؐ ماہر اقتصادیات اور استادِ معاشیات بن کر تجارات، صناعات، کسبِ معیشت، زراعات وغیرہ کی تعلیم اور ترغیبات دیتے ہوئے اقتصادیات کی تلقین، بے کاری اور گداگری کی قباحتیں ذکر فرماتے اور بیع و شرا (خرید و فروخت)، مزارعت اور مساقات، سلم و اجارہ، رہن اور حوالہ، کفالت اور شرکتِ وقف اور ودیعت وغیرہ ضروری معاملات کے قوانین بناتے اور تعلیم دیتے ہیں تو کبھی فرائض رسالت و سفارت انجام دیتے ہوئے تبلیغ اور دعوت فرماتے اور دنیا کی قوموں اور بادشاہتوں کو حق پرستی اور حقیقی اصلاح اور نجات کی طرف بلاتے ہیں۔ لوگوں کو حسبِ استعداد و قابلیت اطرافِ عالم کی طرف بھیجتے ہیں۔ الغرض! جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ زندگی اور آپؐ کی تعلیمات پر اگر غور سے نظر ڈالی جائے اور آپؐ کی تعلیمات پر توجہ کی جائے تو اس قدر جامع اور کامل نظر آئے گی، جس کی نظیر کسی رہبر اور کسی ہادی میں ملنی دشوار، بلکہ محال ہے۔

(ملخص خطباتِ مدنی۔ ص 122 تا 124)

درسِ حدیث

از مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار

عن عبدالرّحمٰن ابن ابی قراد أنّ النّبیّ ﷺ توضّأ یوماً، فجعل أصحابه یتمسّحون بوَضوئه. فقال لهم النّبیّ ﷺ: "ما یحملکم علی هذا؟" قالوا: حُبُّ اللّٰه و رسولِه. فقال النّبیّ: "من سرّهٗ أن یحبّ اللّٰه و رسوله أو یحبّه اللّٰه و رسوله فلیصدق حدیثهٗ إذا حدث و لیؤدّ امانتهٗ إذا ائتمن ولیحسن جوار من جاورهٗ." (شعب الإیمان للبیهقی، حدیث: 1502)

(حضرت عبدالرحمٰن بن قرادؓ سے روایت ہے کہ: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا۔ صحابہؓ آپؐ کے وضو کا پانی لے لے کر چہرے اور بدن پر ملنے لگے۔ نبیؐ نے ان سے پوچھا: "ایسا کرنے پر تمھیں کس چیز نے آمادہ کیا؟" صحابہؓ نے عرض کیا کہ: اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت نے۔ اس پر نبیؐ نے فرمایا: "جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کی تمنا ہو یا یہ چاہتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ اس سے محبت کریں، اسے چاہیے کہ جب بات بیان کرے تو سچی گفتگو کرے۔ اگر اس کے پاس کوئی امانت رکھوائے تو اس کی پاسداری کرے۔ اور جو اس کا پڑوسی ہو، اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔")

اس حدیث میں حُبِّ رسول ﷺ کا معیار یہ واضح کیا گیا ہے کہ انسان کے اَخلاق اچھے ہونے چاہئیں۔ انفرادی اور اجتماعی اُمور میں سچائی، امانت اور تعلق والوں سے حسن سلوک کیا جائے۔ مذکورہ تینوں اُمور ایسے ہیں کہ اگر ان کی روح کے مطابق عمل ہو جائے تو آسودہ معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ سچائی ہر خوبی کی جڑ ہے۔ سچائی محض دو افراد کے باہمی اُمور میں صداقت کا لحاظ رکھنے کو نہیں کہتے، بلکہ یہ سماجی، سیاسی، معاشی، قومی اور بین الاقوامی اُمور میں سچائی اختیار کرنے کا عہد ہے۔ معاشرے میں حق اور باطل نظریات کی کش مکش میں سچائی کی حمایت اور اس کے غلبے کی ذمہ داری اُٹھانا' اس کا اہم ترین تقاضا ہے۔ امانت محافظت کے وصف کا اظہار ہے۔ یہ محافظت ہمارے مناصب اور معاشرتی حیثیت کو دین اور انسانیت کے لیے معاون و مددگار بنانے، ان کے حقوق کے قیام اور خائن لوگوں سے مخاصمت اور مقابلے میں ظاہر ہوتی ہے۔

اسی طرح پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا مزاج' انسان کو زندگی کے ہر دائرے، ہر تعلق، ہر معاملے اور ہر سطح، حتیٰ کہ قومی اور بین الاقوامی تعلقات میں ہمہ جہت، ہمہ وقت حقوق و فرائض کے لحاظ سے جینے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ کیوں کہ دو افراد کا ساتھ ہو یا گھر، محلے، شہر، قوم اور اقوام کا، پڑوس کہلاتا ہے۔ صرف دائرے کے چھوٹے اور بڑے ہونے کا فرق ہے۔ ہر سطح کے پڑوس کے تمام حقوق کا لحاظ اس میں شامل ہے۔ غرض یہ کہ یہ حدیثِ مبارکہ حُبِّ رسولؐ کے معیارِ قول و فعل کی درستگی کو بیان کر رہی ہے۔ چراغاں کرنے، جلوس نکالنے اور بے مقصد مجالس منعقد کرنے کا نام حُبِّ رسولؐ نہیں ہے۔ جو معاشرہ صداقت، امانت اور ادائیگی حقوق کا نظریہ اور عمل نہ رکھتا ہو، اسے اپنے دعوائے حُبِّ رسولؐ کا دیانت داری سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

www.rahimia.org

اداریہ

سیرتِ نبوی ﷺ اور ہمارے قومی رویّے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کل انسانیت کے لیے باعثِ رحمت ہیں۔ آپؐ کی تعلیمات بلاامتیاز ہر قوم اور ملک کے لیے ترقی وخوش حالی کا ابدی پیغام ہیں۔ آج ہمیں آپؐ کی ولادت باسعادت کے مبارک موقع پر اپنے قومی حالات کو آپؐ کی سیرت اور تعلیمات کے تناظر میں ازسرِنو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ آں حضرتؐ کی زندگی کے بہت سے گوشوں میں ایسے نکات موجود ہیں، جن کی روشنی میں ہم اپنی قومی اُلجھنوں کو نہ صرف سمجھ سکتے ہیں، بلکہ ان کا بہترین حل بھی ڈھونڈ سکتے ہیں۔

حضور اقدسؐ کی سیرت کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ آپؐ کی آمد و بعثت' انسانیت کو ظلم وستم اور جبر واستحصال سے نجات کے لیے تھی۔ اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سپرد شدہ اس فریضے کو بہ خوبی نبھایا۔ اپنے دور کے ظالمانہ نظام کو شکست دے کر انسانیت کو معاشی عدل، سماجی مساوات، امن اور انسان دوستی پر مبنی ایک مستحکم قومی اور انسانی نظام دیا۔ جیسا کہ آپؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: ''خبردار! جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ اے انسانو! بے شک تمھارا پروردگار ایک ہے اور بے شک تمھارا باپ ایک ہے۔ خبردار! عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے سبب سے۔'' عورتیں شروع سے مظلوم رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرح قدر دانی کا تاج پہنایا اور فرمایا: ''عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات پر اگر مسلمان اپنا اجتماعی نظام قائم کرلیں تو ہمارے معاشرے کے کتنے ہی سلگتے ہوئے مسائل حل ہوجائیں۔

آپؐ کی سیرت کے حوالے سے دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ہم اس بات کا تجزیہ کریں کہ آپؐ کی دعوت کیا تھی اور وہ کون سا طبقہ تھا' جسے آپؐ معاشرتی بگاڑ کا سب سے اہم سبب سمجھتے تھے اور آپؐ نے ان سے مقابلے کی کیا حکمتِ عملی اپنائی۔ تاریخ اور سیرت کے گہرے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ رسول اکرمؐ اور آپؐ کی دعوت کی مخالفت کا اصل مرکز قریش کے چند بڑے سردار تھے، جو اپنی قوم کا طبقہ اشرافیہ تھے۔ یہ مکہ کے ظالم اور ساہوکاروں کی وہ جماعت تھی، جنھوں نے مخصوص طبقے کے مفادات پر مبنی نظامِ ظلم قائم کیا ہوا تھا۔

یہ لوگ حضور اکرمؐ کے خلاف ظلم وستم، تکذیب واستہزا اور آپؐ کی دعوت دشمن کے خلاف پروپیگنڈے میں براہِ راست حصہ لیتے تھے اور عوام کو اپنی حمایت کے لیے مجبور کرتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی سرداری اور قیادت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جب کہ مال و دولت اور عمر میں ہم بڑے ہیں اور ہم ہی اس منصب کے زیادہ اہل اور مستحق ہیں۔ آپؐ کا پروگرام اور نصب العین ظالموں، استحصالی طبقوں اور اجارہ داروں کے خلاف اعلانِ جنگ تھا' جو پس ماندہ، غریبوں اور محنت کشوں کی محنت کا استحصال کرتے تھے اور مذہب کے مقدس نام پر عام عربوں کی سادہ لوحی اور ان کی توہم پرستی سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔

آپؐ کی سیرت کا تیسرا نکتہ یہ ہے کہ آپؐ کے زمانہ بعثت کو اگر تاریخی نظر سے دیکھا جائے تو ہمیں دنیا کے مہذب ممالک، دوشہنشاہوں کے زیرنگیں معلوم ہوتے ہیں: ایک کسریٰ شہنشاہِ ایران، دوم قیصر شہنشاہِ روم۔ عراق، یمن، خراسان اور ان کے متصل ممالک کسریٰ کے زیراقتدار تھے۔ ماوراء النہر کا علاقہ بخارا، سمرقند، تاشقند وغیرہ پر ان کا قبضہ تھا۔ برصغیر پاک وہند کے حکمران بھی کسریٰ کے باج گزار تھے۔ ہر سال یہاں سے لگان کا ایک حصہ کسریٰ کی طرف سے وصول کیا جاتا تھا۔ روم اور اس کے نواحی یورپ کے ممالک پر قیصر کا تسلط تھا۔ مصر، مغرب اور افریقا کے سلاطین قیصر روم کے تابع تھے۔ آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ: ''ضرور بالضرور ان دونوں (قیصر وکسریٰ) کے خزانے اللہ کے راستے میں (مسکینوں اور محتاجوں کے لیے) تقسیم ہوں گے۔''

آپؐ کی سیرت کا چوتھا اہم نکتہ یہ ہے کہ آپؐ نے ایسے معاشرے میں، جہاں بات بات پر لوگ جنگ و جدل کے لیے آمادہ ہوکر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوجاتے تھے، اپنی بصیرت اور کوششوں سے امن کو بحال کیا، کہ جب حجرِ اسود کی تنصیب کا موقع آیا تو مکہ کے قبائل اس مذہبی سعادت کے حصول کے لیے آپس میں جنگ وجدل پر آمادہ تھے۔ ہر قبیلے نے اس کو اپنی عزت، وقار اور اَنا کا مسئلہ بنایا ہوا تھا۔ اور یہ اندیشہ تھا کہ مکہ کے قبائل ایک دوسرے کا خون بہائیں اور یہ بھی اندیشہ تھا کہ عربوں کے حسبِ دستور یہ جنگ ایک طویل عرصے تک جاری رہے۔ کیوں کہ ان کے ہاں معاملات کو باہمی مذاکرات سے زیادہ جنگ کے ذریعے حل کرنے کا تصور موجود تھا۔ ایسے ماحول میں رسول اکرمؐ نے حجرِ اسود کی تنصیب کے لیے ایسا طریقہ تجویز کیا کہ قبائل کے مابین پُرامن بقائے باہمی کے اصول پر ایک چادر میں حجرِ اسود رکھ کر تمام قبائل کو اس کی تنصیب میں شامل کرلیا۔

آپؐ کی سیرت کا پانچواں اہم نکتہ یہ ہے آپؐ نے عربوں کو جس معاشرے کا وارث بنایا، اس میں نسلی قبائل اور مختلف اہلِ مذہب کو پُرامن بقائے باہمی کے اصول پر متحد کیا۔ چناں چہ اسلام نے جہاد کا محور کسی قوم، نسل، تہذیب یا مذہب کو قرار نہیں دیا، بلکہ ''فتنہ'' کو قرار دیا ہے۔ جو معاشرے میں ایک مخصوص طبقے کی طاقت کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ جو لوگوں کے فطری حقوق کو سلب کرکے ظلم وجبر کا نظام مسلط کردیتا ہے۔

آپؐ نے دیگر مذاہب کے قلع قمع کا حکم دینے کے بجائے ان کے ساتھ برادرانہ تعلقات استوار کرنے اور رواداری کا حکم دیا۔ دیگر مذاہب کے لوگوں کو ان کی مذہبی رسومات اور عبادت گاہوں کے قائم کرنے کا انسانی حق تسلیم کیا گیا۔ مختلف علاقوں میں گرجا گھروں، مندروں اور دیگر عبادت گاہوں کو تحفظ فراہم کرکے پُرامن بقائے باہمی اور تہذیبوں کے مابین مفاہمت کے ماحول کو پروان چڑھایا گیا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا، آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں آج کی دنیا کو آپؐ کی تعلیمات، طرزِ عمل اور حکمتِ عملی سے امن، محبت اور خوش حالی کا گہوارہ بنانے کی مخلصانہ جدوجہد کریں۔ (مدیر)

www.rahimia.org

عالم گیر نظام کا لازمی تقاضا؛ شریعتِ الٰہی کی پابندی

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

(1)

{حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ برعظیم پاک و ہند کی عظیم ترین شخصیت ہیں۔ انھوں نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں انقلابی افکار اور تعلیمات انسانیت کے سامنے پیش کیے ہیں۔ انھوں نے اپنی کتابوں میں بلند پایہ افکارِ عالیہ قلم بند کیے۔ یوں دوسرے ہجری ہزارے میں دینِ حق کی سچی تعلیمات پر مبنی اللہ کی حجت و برہان کو بڑے واضح دلائل کے ساتھ بیان فرمایا۔ اُن کے بیان فرمودہ افکارِ عالیہ آج بھی اپنے اندر تازگی رکھتے ہیں۔ یہ افکارِ عالیہ نئی سیاسی، سماجی اور معاشی تشکیل کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ نیز شریعت و طریقت کی رہنمائی پر مبنی جامع تعلیمات ہیں۔ مترجم}

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ حُجۃ اللّٰہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ (اس عالم گیر کائنات میں موجود) اللہ کی مخلوقات میں ایسی نشانیاں ہیں، جنھیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ''حجتِ بالغہ'' (واضح دلیل) انسان کے سامنے آتی ہے کہ اُس نے اپنے بندوں کو شریعتِ الٰہیہ کا پابند کیوں بنایا ہے۔...

جب انسان اپنے تمام تر احساسات، محرکات، جبلی الہامات اور مادّی علوم کے قبول کرنے کی اہلیت کے ساتھ عقل و شعور بھی رکھتا ہے، نیز اس میں نئے علوم کی تخلیق کرنے کی اہلیت اور صلاحیت بھی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے کھیتی باڑی کرنے، درخت لگانے، تجارت اور کاروبار کرنے کا الہام کیا۔ پھر اللہ نے ان میں سے کچھ لوگوں کو طبعی طور پر یا اتفاقی طور پر ٹیم لیڈر بنایا۔ جب کہ بعض لوگوں میں ٹیم ممبر کے طور پر تابع ہو کر کام کرنے کا موقع دیا۔ اس طرح بعض اُن میں حکمران ہیں، بعض ماتحت۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن میں مختلف علوم و فنون کے ماہرین پیدا کیے، جن میں بعض حکمتِ الٰہیہ کے حوالے سے گفتگو کرنے والے اور بعض طبعیات، ریاضیات اور سماجی امور کی حکمتِ عملی کے ماہر ہوئے۔ بعض لوگ ایسے کم ذہن کہ جو سوائے تقلید کرنے کے اَور کچھ نہیں کر سکتے۔ مختلف قوموں کے شہری اور دیہاتی علاقے میں ایسے تمام افراد دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ تمام تر گفتگو دراصل انسان کی قوتِ بہیمیہ سے متعلق ہے، جو ظاہری تدبیرات اور خواص کی تشریح اور تفصیل اور اُس کے معاشی ارتفاقات کی وضاحت کے طور پر ہے۔

پھر انسان کی قوتِ ملکیہ کی صلاحیتوں کی طرف دیکھو تو تمھیں معلوم ہوگا کہ انسان محض حیوانات کی طرح نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر علم و شعور کا ایسا ادراک ہے، جو جانوروں کے ادراکات سے بہت اونچا اور اعلیٰ ہے۔ سوائے طبعی اور مادّی ساخت میں خرابی کے حامل افراد کے، انسانوں کے اکثر افراد کی قوتِ ملکیہ میں درج ذیل علوم پائے جاتے ہیں:

1۔ یہ علمی تفتیش کہ اُس کو وجود میں لانے اور اُس کی تربیت کا سبب کیا ہے۔

2۔ اس تحقیق و تفتیش سے یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ اس کائنات کا نظام چلانے والی ایک ذات ہے، جس نے اُسے پیدا کیا ہے اور اُس کے رزق کا بندوبست کیا ہے۔

3۔ قوتِ ملکیہ اپنی ہمت اور علم کو کام میں لا کر اپنے پیدا کرنے والی اور اس نظامِ کائنات کو چلانے والی ذات (اللہ تعالیٰ) کے سامنے عجز و انکساری اختیار کرتی ہے۔...

انسان کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ:

1۔ انسانوں میں کچھ (اعلیٰ درجے کی ملکی قوت رکھنے والے) ایسے لوگ ہوتے ہیں، جن کو علومِ عقلیہ کے منبع تک رسائی ہوجاتی ہے اور وہاں سے اُن پر وحی یا اندازے یا خواب کے ذریعے سے علوم نازل ہوتے ہیں۔ دوسرے لوگ اُس کامل انسان میں رُشد و برکت کے آثار دیکھتے ہیں تو اُن کے دیے گئے احکامات کی فرماں برداری کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ افرادِ انسان میں سے کوئی فرد ایسا نہیں کہ اُسے عالمِ غیب کی طرف رسائی کی قوت حاصل نہ ہو۔ خواہ اُسے سچے خواب کے ذریعے سے غیب کا علم حاصل ہوتا ہو۔ یا جاگتی آنکھوں سے وہ مشاہدہ کرے۔ یا کسی غیبی آواز کو سُن کر یا ایسا اندازہ، جس کو وہ سمجھ لے۔ البتہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ بعض اُن میں سے کامل ہوتے ہیں اور بعض اُن میں ناقص ہوتے ہیں۔ ناقص کو کامل کی صحبت میں رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

2۔ بعض انسانوں میں ایسی صفات پائی جاتی ہیں، جن سے جانوروں والی خصلتوں سے زیادہ عمدہ اور بہتر خصلتیں خوب روشن ہو کر واضح ہوتی ہیں۔ مثلاً (۱) اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے خشوع و اخبات کرنا، (۲) طہارت اور نظافت اختیار کرنا، (۳) عدل و انصاف کا ملکہ پیدا کرنا، (۴) عزت و وقار اور سماحتِ نفس کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔ ایسے ہی عالمِ جبروت اور ملکوت سے اچانک روشنیوں اور انوارات کا ظاہر ہونا، جیسا کہ دعا کا قبول ہونا اور باقی تمام کرامات اور انسانوں کے احوال و مقاماتِ تصوف ہیں۔

انسان کے ایسے امور جن کی وجہ سے وہ تمام افرادِ حیوانی سے ممتاز ہوتا ہے، وہ اگرچہ بہت سے ہیں، لیکن اُن تمام اُمور کا خلاصہ اور مرکز و محور درج ذیل دو اُمور ہیں:

1۔ انسان میں قوتِ عقلیہ کا زیادہ ہونا۔ پھر اس کے دو شعبے ہیں:

(الف) ایک شعبہ انسانی نظام کو درست کرنے سے متعلق ارتفاقات میں غور و فکر کرنے اور اُس کے اہم ترین مسائل کو دریافت کرنے سے متعلق ہے۔

(ب) دوسرا شعبہ اُن غیبی علوم کو قبول کرنے کی استعداد سے متعلق ہے، جو وہبی طور پر انسان پر نازل ہوتے ہیں۔

2۔ انسان میں قوتِ عملیہ کی اعلیٰ درجے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اس حوالے سے بھی درج ذیل دو شعبے ہیں:

(الف) ایک شعبہ یہ ہے کہ انسان اپنے اختیار اور ارادے سے کیے ہوئے اعمال کو اپنی روح میں محفوظ رکھتا ہے۔ جانور جب اپنے اختیار سے کوئی عمل کرتے ہیں تو اُن کے اثرات اُن کی صرف روحِ ہوائی یا حیوانی سے متعلق ہوتے ہیں، جب کہ انسان کوئی عمل کرتا ہے تو اگرچہ بہ ظاہر وہ عمل فنا ہو جاتا ہے، لیکن اُن اعمال کے روحانی اثرات اُس کی روح میں جمع ہوتے رہتے ہیں۔ اچھا عمل ہو تو نور کی صورت میں اور بُرا عمل ہو تو ظلمت کی صورت میں۔...

(ب) قوتِ عملیہ کا دوسرا شعبہ صاف شفاف احوال و مقامات ہیں، جیسا کہ اللہ کی محبت اور اُس پر توکل کرنا۔ یہ ایسے احوال و مقامات ہیں کہ جو جانوروں میں نہیں پائے جاتے۔

(باب انشقاق التکلیف من التّقدیر) (جاری ہے۔۔۔)

www.rahimia.org

تربیت کے فطری اصول

ڈاکٹر عبدالرحمٰن راوؔ، لاہور

(خانقاہِ رائے پور کے اوّلین صدر نشین حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے تعلیم و تربیت کے لیے مکاتیبِ قرآنیہ قائم فرمائے۔ جس کے لیے طلبا اور متعلّمین ہر دو کے لیے نصاب اور تربیتی پروگرام تشکیل دیا گیا۔ کم و بیش ایک صدی قبل اسی مقصد کے لیے حضرت رائے پوریؒ نے حضرت مولانا نور محمد لدھیانویؒ سے "تعلیم المعلّمین" کتاب تالیف کروائی، جو ان حضرات کے تربیتی اسلوب کو واضح کرتی ہے۔ مندرجہ ذیل افادات اسی کتاب سے زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔)

مولانا نور محمد لدھیانویؒ فرماتے ہیں: "اکثر معلم جو خود طریقۂ تعلیم سے ناواقف ہوتے ہیں، اپنی جہالت چھپانے کے لیے بچوں پر الزام لگایا کرتے ہیں کہ لڑکے بالکل غبی اور کند ذہن ہیں۔ جیسے پیدائش کے وقت کوئی بچہ شاذ و نادر ہی اندھا لولا لنگڑا ہوتا ہے، اسی طرح شاذ و نادر ہی کوئی بچہ کند ذہن بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کے کیا معنی ہیں کہ بعض معلّموں کے اکثر شاگرد غبی اور کند ذہن ہوتے ہیں۔ یہ (دراصل) انھیں کی تعلیم کا نتیجہ ہوتا ہے، جسے وہ خود نہیں سمجھتے اور سمجھانے سے بُرا مانتے ہیں۔"

یہ ایک اہم اصول ہے کہ عمومی طور پر کوئی بچہ بھی کند ذہن نہیں ہوتا۔ کسی نہ کسی شعبے میں مہارت پیدا کرنے کی استعداد اس میں ضرور موجود ہوتی ہے۔ بچے کی فطری استعداد اور طبعی رجحان کا جائزہ لے کر مناسب طریقۂ تعلیم کے ذریعے سے بچے کو مطلوبہ شعبے میں مہارت پیدا کرنے میں مدد دی جاسکتی ہے۔ اگر ایک تعلیمی نظام، طلبا کی اکثریت میں مطلوبہ استعداد پیدا کرنے کی بجائے ان پر کند ذہنی یا نالائقی کی مہر لگاتا ہو تو اس نظامِ تعلیم کی افادیت بذاتِ خود ایک سوالیہ نشان ہے۔

آج ہم اپنے نظامِ تعلیم کا جائزہ لیں تو بدیسی زبان میں مخصوص افکار و نظریات اور معلومات کو طوطے کی طرح رٹنے کا نام "تعلیم" رکھ دیا گیا ہے۔ سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا، محض ایک ہی زاویۂ نظر سے جائزہ لینا اور اس پر پورے نہ اُترنے والے طلبا کو ناکام اور ناکارہ قرار دیتے ہوئے سماجی کوڑے دان کی نظر کردینا اس نظامِ تعلیم کا وطیرہ ہے۔ طُرفہ تماشا تو یہ ہے کہ کامیاب قرار دیے جانے والے بھی محض لکیر کے فقیر ہی رہتے ہیں اور کوئی تخلیقی معرکہ سرانجام دینے کی صلاحیت سے یکسر محروم نظر آتے ہیں۔ جب کہ علمائے ربانیین کے زیرِ نگرانی ایک صالح تربیتی نظام اپنے ہر ایک طالبِ علم کی استعداد کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنے پسندیدہ شعبے میں مہارت پیدا کرنے کا جذبہ بیدار کرتا ہے۔ ایک ہمدرد و مخلص مربی کی شفقت، بھرپور توجہ اور حوصلہ افزائی طالبِ علم کی دلچسپی اور اعتماد میں اضافہ اور ذہن کی گتھیوں کو سلجھانے کا باعث بنتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس خوداعتمادی کے نتیجے میں وہ معاشرے میں اپنے حقیقی کردار کو پہچاننے اور ایک ذمہ دار فرد کے طور پر انسانی خدمت کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔

اقتصادی راہداری

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

نصب العین جتنا بڑا ہو، اُسے حاصل کرنے کے لیے تیاری بھی اُتنی بڑی اور ہمہ جہتی کرنی ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم کسی بھی تیاری کے عمل سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آیا دیے گئے نصب العین کا تعلق حقیقت سے ہے یا یہ صرف نعرہ ہے اور معصوم لوگوں کو ایک بار پھر بے وقوف بنایا جارہا ہے۔ اور اگر عمل کے بغیر منزل مل جائے تو یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ کوئی بیرونی عامل ہے، جو ہمیں اس منزل پر دیکھنا چاہتا ہے تاکہ اس کا کام نکل سکے۔ ہماری اشرافیا نے کام نہیں کرنا' یہ تو ایک مستقل حقیقت ہے۔ خواہ ضرورت اندرونی عوامل کی ہو یا بیرونی۔ اندرونی عوامل کو تو ہم بزورِ زبردستی ڈرا کر خدا خوفی دلوا کر موجودہ حالات پر راضی کرلیتے ہیں، لیکن بیرونی عوامل ان باتوں پر یقین نہیں رکھتے۔ اس لیے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔

اقتصادی راہداری کے منصوبے میں بھی کچھ ایسا ہی ہوتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اس منصوبے کا تکمیلی مراحل سے اس قدر تیزی سے گزرنا کم از کم ہمارا اندازنہیں ہے۔ اس اکتوبر میں راقم الحروف کا کراچی سے گوادر تک کا سفر ہوا۔ وہاں حکومتی انتظامیہ جن میں سول اور دفاعی اداروں کے افسران شامل تھے، سے ملاقاتیں ہوئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہاں مقامی لوگوں سے بھی تفصیلاً بات چیت ہوئی۔ اس دورے کے بعد ایک احساس نے ضرور جنم لیا کہ وہاں بھی پورے ملک کی طرح ایک غیرضروری کشمکش جاری ہے، جس کے چار عاملین ہیں اور وہ مقامی آبادی، سول حکومت، دفاعی انتظامیہ اور چین ہیں۔

کراچی سے گوادر تک مکران کوسٹل ہائی وے کی صورت میں 650 کلومیٹر لمبی ایک بہترین سڑک موجود ہے، جس پر پندرہ مختلف مقامات پر دفاعی اداروں کی چھوٹی اور بڑی چوکیاں موجود ہیں اور پولیس کا وجود تقریباً ناپید ہے، جو اس بات کا پتا دیتی ہے کہ حکومت کا اس سارے عمل سے کتنا تعلق ہے۔ گوادر شہر کو مشرقی اور مغربی دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مشرقی حصہ چینی حکومت کو دے دیا گیا ہے اور مغربی' پاکستان کی دفاعی انتظامیہ کو۔ چینی حصے کی سیکورٹی پاکستان کے دفاعی اداروں کے پاس ہوگی۔ مقامی آبادی کو ایک نئی جگہ منتقل کیا جارہا ہے، جہاں انھیں ایک جدید سوسائٹی میں بنے بنائے گھر دے دیے جائیں گے۔ نیا ہوائی اڈا، ایران بارڈر تک گوادر کوسٹل ہائی وے، تینوں افواج کی مشترکہ چھاؤنی اور جدید ترین رہائشی منصوبے علاقے کا نقشہ بدل رہے ہیں، لیکن مختلف اکائیوں میں زیادہ سے زیادہ کنٹرول حاصل کرنے کی کشمکش واضح ہے۔ حکومت کی جانب سے وہی پرانا غیرذمہ دارانہ رویہ ہے۔ چناں چہ گوادر کے قریب اکاراڈیم خشک ہوچکا ہے اور وہاں پانی "اورماڑہ" سے نیوی کے ذریعے لایا جاتا ہے۔ کیوں کہ بلوچستان حکومت نے تربت سے پانی کی سپلائی کے منصوبے پر کوئی توجہ نہیں دی۔ یہ علاقہ سفری سہولیات جیسے ایندھن، مواصلات اور طبی امداد جیسی سہولیات سے خالی ہے۔ چناں چہ کراچی سے گوادر تک بہ مشکل چار پیٹرول پمپ ہیں اور کوئی ہسپتال نہیں ہے۔

(بقیہ صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

عالمی منظر نامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

ایشیائی ترکی اور رجب طیب اردگان

ترکی کے شہر استنبول میں 10/ اکتوبر 2016ء کو عالمی انرجی کانگرس کے نام سے ایک کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرس کی اہم بات روسی صدر ولادی میر پیوٹن اور ترکی کے صدر رجب طیب اردگان کی ملاقات تھی۔ 2015ء کے طیارے کی تباہی کے سانحے کے بعد روسی صدر کا ترکی کے شہر استنبول کا یہ پہلا دورہ تھا۔ اس لیے دونوں صدور کی یہ ملاقات میڈیا کی خاص خبر رہی۔ بحیرۂ شمالی اوقیانوس کے کنارے واقع ملکوں کے مابین دفاعی معاہدہ یعنی نیٹو، میں پچاس کی دہائی کے دوران شمولیت سے ترکی کے کردار کا رُخ زیادہ تر یورپ کی طرف بڑھ گیا اور نتیجے میں ایشیائی مفاد سے ہٹتا چلا گیا۔ کیوں کہ اس نے شام کی تباہی اور بربادی میں صفِ اوّل کا کردار نبھایا ہے۔ اس کے علاوہ عراق اور لیبیا کے سماجی ڈھانچوں کی توڑ پھوڑ میں بھی پیش پیش رہا۔ جغرافیائی اعتبار سے تُرکی کا زیادہ تر حصہ ایشیا میں واقع ہے اور بہت کم حصہ یورپ میں ہے۔ جتنا حصہ اس کا یورپ میں ہے، اتنے حصے کے اعتبار سے وہ اپنا کردار یورپ کے لیے ادا کر چکا ہے۔ 2016ء میں فوجی بغاوت کی ناکامی کے بعد اس کا رُجحان ایشیا کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا ہے۔

''انڈیپنڈنٹ'' اَخبار کے مطابق 10/ اکتوبر 2016ء کو ایک پریس کانفرنس میں بریفنگ دیتے ہوئے رجب طیب اردگان نے کہا ہے کہ: ''عراق کے شہر موصل میں بسنے والے ہمارے بھائی اور رشتے دار ہیں۔ لہذا ہم انھیں مصیبت کی اس گھڑی میں کیسے تنہا چھوڑ سکتے ہیں۔'' سعودی عرب کے روزنامہ سعودی گزٹ نے 13/ اکتوبر 2016ء کی اشاعت میں ترکی کے ایک وفد کی شاہ سلیمان سے ملاقات کی خبر شائع کی ہے۔ اس ملاقات میں تُرکی کے وفد نے سعودی عرب سے خطے میں قیامِ امن کے لیے کوششوں میں تعاون کا تقاضا کیا۔ برطانوی اَخبار ''دی ٹیلی گراف'' اپنی 20/ اکتوبر کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ: ''موصل کی شکست سے داعش کے وجود کو سنگین نقصان پہنچے گا۔ داعش کی عراق میں جڑیں ہیں۔ اور یہی وہ ملک ہے، جہاں اس کے عراقی رہنما ابوبکر البغدادی نے خلافت کے قیام کا اعلان کیا تھا۔'' شہر میں کم و بیش 8 ہزار جہادی موجود ہیں۔ موصل؛ داعش کے زیرِ کنٹرول دیگر کسی بھی علاقے سے پانچ گنا بڑا ہے۔ اخبار مزید لکھتا ہے کہ جنگجوؤں نے اپنے مرکز کی حفاظت کے لیے موصل شہر کے چاروں طرف ایک سات فٹ چوڑی اور سات فٹ گہری خندق کھود رکھی ہے۔ عراقی یا دیگر اَفواج کے قریب آنے پر اسے جلتے تیل سے بھر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ایک کیمیکل پلانٹ کو بھی بارود سے بھر دینے کا بھی ذکر کیا ہے۔ شہر کے 15 لاکھ باسیوں کو انسانی ڈھال کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مذکورہ تمام تر انتظامات کرنے کے باوجود داعش پریشان ہے۔ کیوں کہ موصل کی حفاظت کے لیے بنائی گئی ایک دفاعی لائن ''قیارہ'' شکست سے دوچار ہو چکی ہے۔ ترکی کے حالیہ کردار کی وجہ سے داعش کو شکست کا سامنا ہے۔ دبئی کے المبار السٹڈیز اینڈ ریسرچ سنٹر میں ایک تحقیق میں کہا گیا ہے کہ: ''یہ آپریشن عراق کو دوبارہ یکجا کرنے اور شہر و باقی ملک کے درمیان خلیج کو پاٹنے کا نادر موقع ہے۔''

عراقی عوام کا تأثر یہ ہے کہ کوئی ان کی مدد نہیں کر رہا۔ لہٰذا انھیں آج اپنی زندگی اور موت کا فیصلہ خود ہی کرنا ہوگا۔ چینی خبر رساں ادارے کے مطابق 31/ اکتوبر 2016ء کو صبح 6:30 بجے عراقی متحدہ اَفواج موصل شہر میں تین اطراف سے داخل ہو چکیں ہیں۔ متحدہ افواج کے کمانڈر جنرل طالب شگاتی کے مطابق عراقی افواج نے داعش کے خلاف ایک گھمسان کی جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔ عراقی شہر موصل 2014ء سے داعش کے نرغے میں تھا۔ عراقی وزیرِ اعظم حیدر العبادی جو عراقی اَفواج کے کمانڈر انچیف بھی ہیں، کے مطابق موصل جو بغداد سے 400 کلومیٹر شمال میں واقع ہے، دو ہفتوں کی گھمسان کی جنگ کے نتیجے میں متحدہ عراقی افواج داعش سے اپنا علاقہ آزاد کروانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

(دولتِ اسلامیہ عراق و شام) یعنی داعش نے 80 ملکوں کے گٹھ جوڑ اور سازش سے جتھے کی شکل اختیار کی تھی۔ ان ملکوں نے مالی وسائل کے علاوہ 18 ہزار دہشت گرد بھی فراہم کیے تھے۔ سامراج کے تقریباً تمام اتحادی اس سازش میں ملوث تھے۔ وہ ممالک جن کا تعلق مشرقِ وسطیٰ کے ساتھ تھا، وہ خاص طور پر اور باقی وہ جن کا تعلق دیگر دنیا کے خطوں کے ساتھ تھا، وہ عمومی طور پر معاشی ابتری کا شکار ہو چکے ہیں۔ کیوں کہ اس جتھے کے سرغنے نے وسائل لوٹنے میں تو سب کا استعمال کیا تھا، لیکن لوٹ کا سارا مال اکیلے ہی ہڑپ کر گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ سارا بلاک اپنے مالی وسائل سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ داعش ہی نے عراق، شام اور لیبیا کے سماجی ڈھانچوں کو تباہ و برباد کر کے وہاں کی بنیادی اکائیوں کو تنہا اور نہتہ کر دیا تھا۔ رشین اکیڈمی آف سائنسز کے ادارے اورینٹل سٹڈیز انسٹیٹیوٹ نے ایک رپورٹ جاری کی ہے، جسے TASS نیوز ایجنسی نے 27/ اکتوبر 2016ء کو شائع کیا کہ داعش کو جنم دینے والوں نے شام اور عراق کے تیل والے علاقوں پر قبضہ کر کے وہاں کا سارا تیل اور اس سے بنی ہوئی 300 سے زائد مصنوعات عالمی منڈی میں بلا روک ٹوک فروخت کر کے اپنی تجوریاں تو بھرتے گئے، البتہ اس جتھے کے دیگر آلہ کار معاشی ابتری کا شکار ہوتے گئے۔

مشرقِ وسطیٰ کی سیاسی تشکیل روزِ اوّل سے عالمی بالادستی کے رُجحان کی آئینہ دار رہی ہے۔ دنیا میں غلبے کے دو ہی طریقے غالب رہے ہیں: جنگ و جدل اور صلح و بقائے باہمی۔ نظریۂ جنگ و جدل کے حاملین جن مادّی وسائل سے مالا مال ہوئے تھے، وہی وسائل جنگی ٹیکنالوجی کی صنعت کو فروغ دینے سے استعماری ملکوں کی اسلحہ ساز کمپنیاں تو امیر ترین ہو گئیں، لیکن ان کی حکومتیں معاشی اور سیاسی طور پر انتہائی کمزور اور ناتواں۔ دیگر اتحادی ملکوں کو تو چھوڑیں، صرف امریکا کا 2016ء کا بجٹ خسارہ 587 ارب ڈالر تک پہنچ چکا ہے۔ جب کہ اس کا کل سائز 3.999 ٹریلین ڈالر تھا۔ امریکا میں اس وقت کل قومی پیداوار اور قرضے کی شرح ایک نسبت چار کو پہنچ چکی ہے۔ یعنی 100 روپے کی اشیائے خدمات پیدا کرنے کے لیے اسے 104 روپے کا قرضہ لینا پڑتا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ کا ہی ایک ملک سعودی عرب، آج جس کا سالانہ بجٹ 137 ارب ڈالر کا ہے، لیکن اسے 2016ء میں 99 ارب ڈالر کے خسارے کا سامنا ہے۔ امریکا اور یورپ کا نظریۂ حیات حیوانی طرزِ زندگی پر مبنی ہے۔ جس طرح جانور جنگل میں اپنی بقا کے لیے طاقت کا استعمال کرتے ہیں، اسی طرح مذکورہ دنیا بھی اپنی بقا کے لیے اپنی ہی اولاد کو ڈھال کے طور پر استعمال کر لیتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابعؒ و مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزادؔ رائے پوری مدظلہٗ نے ۲۰؍ ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ/ یکم؍ جنوری 2016ء بروز جمعۃ المبارک کو ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں نمازِ جمعہ کے شرکا سے خطاب فرمایا، جس کے چند اہم اقتباسات درجِ ذیل ہیں:

جامع اُسوۂ حسنہ

''معزز دوستو! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی انسانیت کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے ایک واضح اسوۂ حسنہ انسانیت کے سامنے رکھتی ہے۔ انسانیت کی ترقی چوں کہ اللہ کو محبوب ہے، اس لیے انسانوں کو کامیاب بنانے کے لیے ایک معیاری اور کامل انسان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں آمد ہوئی۔ انسانِ اکبر اور انسانِ اعلیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی انسانیت کے لیے معیار ہیں۔ آپؐ امام الانبیا ہیں۔ یعنی تمام انبیا علیہم السلام نے جو معیارات پیش کیے ہیں، اُن میں آپؐ کا اعلیٰ نمونہ تمام انبیا کی جامعیت لیے ہوئے ہے۔

کوئی نبی اگر ایک پہلو سے نمونہ ہیں تو دوسرے نبی کسی دوسرے پہلو سے انسانیت کے لیے اسوۂ حسنہ کی عملی تصویر پیش کرتے ہیں۔ ہر نبی نے ایک ایک نمونہ اور معیار انسانیت کے سامنے قائم کیا ہے۔ لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اسوہ ہائے حسنہ پوری جامعیت کے ساتھ قائم کیے۔ عبادات اور اللہ سے تعلق کا معاملہ ہو تو کوئی آپؐ کی ذاتِ گرامی تک نہیں پہنچ سکتا۔ ریاست اور خلافت کا معاملہ ہو تو بین الاقوامی حکمران کے طور پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمدہ معیار قائم کیا۔ شجاعت وعدالت، عدل و انصاف قائم کرنے کی عدالتی زندگی کا نمونہ پیش کرنا ہو تو اس کا اعلیٰ ترین معیار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ ریاضت و عبادت، معاملات و تعلقات، معاشرت و معیشت، تہذیب و سیاست، غرض! زندگی کا کون سا شعبہ ہے کہ جس میں نبی اکرمؐ نے ایک اعلیٰ معیار اور نمونہ قائم نہ کیا ہو۔

انبیائے کرامؑ میں سے ہر ایک نبی صرف ایک قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور اُس قوم کی زبان میں اُن کی رہنمائی کی۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اقوامِ عالم کی طرف مبعوث ہوئے اور ہر قوم کو انھیں کی زبان میں آپؐ نے رہنمائی عطا فرمائی ہے۔ اس طرح آپؐ کی ذاتِ گرامی کرۂ ارض پر بولی جانے والی تمام زبانوں پر عبور رکھتی ہے۔ گویا کل اقوامِ عالم کے لیے نبی اکرمؐ کی ذاتِ گرامی اسوۂ حسنہ ہے۔ آپؐ کی بعثت کل انسانیت کی طرف ہوئی ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ نبی اکرمؐ کی سیرت کے وہ آفاقی پہلو جو کل انسانیت کی فلاح و بہبود کے ہیں، انھیں سمجھا جائے۔''

آفاقی دین، آفاقی اقدار، آفاقی اُسوہ

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''ہر علاقے کی اپنی تہذیب، اپنی زبان، اپنی معاشرت، معاملات اور لین دین کرنے کے اپنے طور طریقے ہوتے ہیں۔ ان تمام طور طریقوں کے پس منظر میں انسانی اقدار و اَخلاق بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اسلام کی آفاقی اقدار کیا ہیں؟ اسلام کے عالم گیر بنیادی اَخلاق کل انسانیت کے تناظر میں کیا ہیں؟ نبی اکرمؐ کی سیرت کا یہ اہم ترین اور جامع پہلو ہے، جسے سمجھا جانا بہت ضروری ہے۔ ہر قوم کی قومی خصوصیات ہوتی ہیں۔ محض عرب قوم کی عربی خصوصیات کے تناظر میں چیزوں کو سمجھنا اور سمجھانا ضرور اس حوالے سے اہمیت رکھتا ہے کہ براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہونے والی جماعت عربی بولتی تھی، لیکن اسلام کی اَقدار تو آفاقی اور عالم گیر تھیں۔ جس پر نظام وجود میں آیا ہے۔ وہ آفاقی اقدار کیا ہیں، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمائیں؟ اور ہر علاقے میں، ہر قوم میں، ہر تہذیب و کلچر میں اُن آفاقی اقدار کے مطابق انسانی ترقی کا بنیادی منہج اور طریقۂ کار کیا ہونا چاہیے؟ یہ سمجھنا ضروری ہے۔

یہاں جو سب سے بڑی غلطی اور کوتاہی کی جاتی ہے سیرت کے حوالے سے کہ نبی اکرمؐ کی ذاتِ گرامی کے وہ پہلو، جن کا تعلق ایک مخصوص معاشرت کے ساتھ ہے یا ایک مخصوص دائرے کے ساتھ ہے، اس کا تو بڑا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس پر تو بہت گفتگو کی جاتی ہے، لیکن وہ آفاقی اقدار جن کی اساس پر نظام تشکیل پانے ہیں، انسانی معاشروں نے ترقی کرنی ہے۔ ہر قوم نے بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب ترقیات کی منازل طے کرنی ہیں، ان اقدار پر کوئی گفتگو نہیں ہے۔ اور اگر گفتگو ہوتی بھی ہے تو اس تناظر میں کہ دنیا بھر کی تمام تہذیبوں کو روند دو۔ دنیا بھر کے تمام معاشرت اور لین دین کے طریقوں کو ختم کر دو۔ دنیا بھر کی اقوام کی جو انفرادی یا قومی شناختیں ہیں، انھیں مٹا دیا جائے۔ اور تمام قومیتیں اپنی قومی شناخت مٹا کر بس ایک ''اسلامی قومیت'' کے اندر داخل ہو جائیں۔ یہ ایک غلط زاویۂ نگاہ ہے۔ کیوں کہ اسلام تو ایک آفاقی دین ہے۔ وہ ایک قوم کا قومی دین نہیں ہے کہ قومی نقطۂ نظر سے اس پر گفتگو کی جائے۔ وہ تو اقوامِ عالم کا دین ہے۔ تمام انسانوں کا دین ہے۔ ہر قوم اور تہذیب کے لوگوں کا دین ہے۔ وہ آفاقی اقدار رکھتا ہے۔ آفاقی نظام رکھتا ہے۔ عالم گیر تعلیمات ہیں۔ ایسی عالم گیر تعلیمات کو ہر قوم کے اپنے دائرے میں انسانی تقاضوں کو سمجھانا، ہر قوم کی قومی خصوصیات کے تناظر میں اُن اقوام کو اُن عالمی آفاقی اقدار سے متعارف کرانا، یہ آج کے دور کی بنیادی ضرورت ہے۔

آج سیرت پر گفتگو ہوتی ہے۔ اسلام پر گفتگو ہوتی ہے۔ اس کے غلبے کا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ جی دینِ حق غالب ہونا چاہیے۔ اور غلبے سے مراد ایک مخصوص تہذیب، مخصوص انفرادی خصوصیات یا ایک قوم کے مخصوص دائرے کو اقوامِ عالم پر مسلط کرنے کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ یہ غیر عقلی بھی ہے اور غیر دینی بھی ہے۔ دین کی تعلیمات کبھی یہ نہیں رہیں۔''

www.rahimia.org

اُسوۂ نبویؐ کی آفاقی اَقدار؛ اَخلاقِ اربعہ

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

’’حضور اقدس صلی اللہ علیہ سلم کی سیرت کے وہ آفاقی پہلو جو کل انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہیں، انھیں پیشِ نظر رکھنا بنیادی طور پر ضروری ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے نبی اکرمؐ کی سیرت کے اُن آفاقی پہلوؤں کو چار بنیادی قدروں میں متعین کیا ہے، جو انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے ناگزیر ہیں۔ یہ اقدار دنیا بھر کے تمام معاشروں کے دل کی آواز اور ضرورت ہیں۔ ان کے بغیر بین الاقوامی سطح پر معاشروں کی تشکیل ممکن نہیں۔ پہلی قدر طہارت اور پاکیزگی کا بنیادی خُلق ہے۔ اس کا عملی جامع طریقۂ کار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کیا۔ انسان کے جسم کی پاکیزگی اور اُس کے ذہن اور خیالات کی پاکیزگی، تصورات کی درستگی، ذہن کی تہذیب، اُس کا بنیادی طریقۂ کار طے کیا۔ یہ ذہنی اور جسمانی تطہیر دنیا کی ہر قوم اور نسل کی بنیادی ضرورت ہے۔

دوسری یہ کہ اللہ سے تعلق، خدا سے تعلق کا تصور دنیا بھر کی تمام اقوام میں موجود ہے۔ اور ہر قوم اپنے اپنے طریقے کے مطابق اللہ سے تعلق قائم کرنے کا، خدا کو ماننے کا تصور رکھتی ہے۔ اللہ کے حضور کھڑے ہونے کا کسی کا طریقہ صرف قیام کا تھا، کسی کا صرف رکوع کا اور کسی کا صرف سجدے کا۔ آپؐ نے اپنی نماز میں ان تینوں طریقوں کو جمع کر دیا۔ اور جامع ترین کلمات جو اس حالت میں کسی بھی بڑی طاقت کے سامنے پیش کیے جانے چاہئیں، وہ نبی اکرمؐ نے متعین کر دیے۔

ایسے ہی انسانی سوسائٹی کی معاشرت، ہر قوم کے افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات قائم کرنے ہیں۔ معاشرت، لین دین، بات چیت، گفتگو ہے، سماجی تعلقات ہیں، ان تعلقات کی بنیادی قدر امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے قرآن اور سیرت کی مجموعی تعلیمات کی روشنی میں متعین کی کہ وہ ’’سماحتِ نفس‘‘ ہے۔ انسانی نفس کی عزت و وقار کے لیے ہی تمام معاشرتی اور سماجی تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ ہر تعلق جو انسانی احترام پر مبنی ہے، اور انسانی اجتماعیت کی سربلندی پر مبنی ہے تو وہ ’’سمیح‘‘ (قابلِ قدر) ہے، ورنہ قبیح ہے۔

چوتھی بنیادی چیز جس کا تعین آپؐ کی سیرت کے تناظر میں کیا گیا، وہ قوموں، ملکوں، بلکہ بین الاقوامی سطح پر اقوامِ عالم کے درمیان اُن کی اپنی اپنی شناخت برقرار رکھتے ہوئے عدل کا نظام ہے۔ عدل کا بنیادی خُلق دنیا بھر کی تمام اقوام کے لیے لازمی اور ضروری قدر ہے۔ انسانی معاشرے چھوٹی اکائیوں سے بڑی اکائیوں کی طرف جاتے ہیں۔ اُن اکائیوں کے درمیان نسبتِ مساوات اور عدل ہے تو درست ہے۔ اگر ان اکائیوں کے درمیان بالادستی اور زیردستی کا تعلق ہے اور اُن کی قومی شناخت ایک دوسرے سے متصادم ہے تو یہ تعلق غلط ہے۔ اب دنیا بھر کی تمام اقوام اور بین الاقوامی اَخلاقی اقدار کا جائزہ لے لیجیے۔ دوسری طرف اسلام کی یہ چار اَخلاقی اقدار ہیں، جو تمام اقوامِ عالم کو اپنی ان اقدار اور ان کی بنیاد پر بنے ہوئے عملی نظام سے مطمئن کرنے کی اہلیت رکھتی ہیں۔‘‘

اُسوۂ حسنہ کی اَساس پر رحمت کا نظام

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

’’آج دہشت گردی کے خاتمے کا ایک ہی راستہ ہے کہ نبی اکرمؐ کی سیرت کے وہ آفاقی پہلو، جو تمام اقوامِ عالم کو عزت و وقار دیتے ہیں۔ عدل و انصاف فراہم کرتے ہیں۔ انسانی ترقی کے لیے واضح راستہ متعین کرتے ہیں۔ انھیں اپنے معاشرے میں بھی اور دوسرے انسانی معاشروں میں بھی قائم کرنے کے لیے کردار ادا کیا جائے۔

دہشت گردی تو اس سرمایہ داری نظام کی ضرورت ہے۔ باہر کے ملکوں میں دہشت گردی ختم کرنا تو بعد کی بات ہے، پہلے اپنے ملک میں جو معاشی دہشت گردی ہو رہی ہے۔ اس کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ پانچ سالوں میں، بقول اب آپ کے وزیر خزانہ کے اڑتیس ارب ڈالر انھوں نے لے لیے۔ اتنا بڑا قرضہ ملک پر چڑھا دیا۔ یہ معاشی دہشت گردی نہیں ہے؟ کیا یہ سیاسی دہشت گردی نہیں ہے کہ اس سوسائٹی پر جعلی انتخابات کے ذریعے سے جعلی لیڈر اور جعلی حکمران مسلط ہوتے ہیں۔ یہ سیاسی دہشت گردی نہیں ہے کہ اسلام کے نام پر انسانوں کی گردنیں کاٹی جاتی ہیں؟ ناپ تول میں کمی، بازار کے اندر لوٹنے لٹانے کا عمل، غریب کے اوپر استحصال اور ظلم اور جبر کا عمل، کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے؟ پہلے اپنے اپنے ملکوں کی خبر تو لے لو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم، جو رحمت للعالمین بن کر آئے، کل انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئے، اُن کا وہ آفاقی پیغام، جو انسانیت کے لیے رحمت بننے کا تھا، وہ خود ان چونتیس مسلم ممالک نے اپنے اپنے معاشروں میں قائم کیا ہے؟ جو دوسرے کے لیے، مسئلے حل کرنے کے لیے میدان میں آئے ہیں۔ حضورؐ کو ماننے والے رحمت للعالمین ہونے کی بجائے زحمت للعالمین بنے ہوئے ہوں۔ پورے عالم کے لیے زحمت، دہشت، قتل و غارت گری، ظلم اور ناانصافی کا بازار گرم ہے۔

سیرت کے نام پر ربیع الاوّل کے مہینے میں چراغاں بھی ہے، نعتیں اور نظمیں پڑھنے اور تقریریں کرنے کا عمل بھی ہے، لیکن سیرت کی اساس پر وہ آفاقی اصول جو دنیا کی ہر قوم کو عزت و افتخار دیتے ہیں۔ ہر قوم کو ترقی یافتہ بناتے ہیں۔ سیاسی اور معاشی وقار دیتے ہیں۔ اُن اصولوں کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ محبت کا جھوٹا دعویٰ اور منافقت ہے۔ حضورؐ کی ذات کے ساتھ اگر حقیقی محبت ہے تو اس بنیادی تعلیم کو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے تمام اقوامِ عالم کی یکساں ترقی، خوش حالی، امن، عدل، انصاف کے لیے دی ہے، انھیں سمجھنا ہوگا۔ اُسے اپنے اپنے معاشروں میں قائم کرنے کی انقلابی جدوجہد اور کوشش کرنی ہوگی۔ اُس سرمایہ داری نظام سے نجات حاصل کرنی ہوگی، جو قوم کو یرغمال بنا کر قومی دائرے میں باغی بناتا ہے۔ دہشت گرد بناتا ہے۔ انسانیت دشمنی میں کردار ادا کرتا ہے۔ اُس سے جب تک توبہ نہیں کرتے، تو سیرت کے نام پر یہ غلط عمل، تباہی اور بربادی کا باعث ہے۔ دنیا کی ذلت بھی ہے اور آخرت کا عذاب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور ہمیں رحمت للعالمین کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کی توفیق دے۔‘‘

www.rahimia.org

بچوں کا کالم

چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

شذرے

(چوہدری افضل حقؒ آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ اپنی قوم کی تعلیم و تربیت اور اَخلاقی معیار کی بلندی ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہی۔ ذیل میں ان کے اُن خطوط کی تلخیص شائع کی جارہی ہے، جو اُنھوں نے 1939ء میں راولپنڈی جیل سے اپنے بچوں کے نام لکھے۔ دراصل ان کے مخاطب قوم کے ہر دور کے نونہال ہیں۔ مدیر)

1

تم نے لکھا ہے کہ آئندہ کتابیں فلاں شخص کو نہ دی جائیں۔ میرا خیال ہے کہ عام کتب فروش کاغذ کی مہنگائی کے باعث ضرور نئی کتابوں کے چھاپنے سے کتراتے ہوں گے۔ یہ کتاب نماز روزہ کے متعلق ہے۔ اس لیے یہ تو تاج کمپنی کو جانی چاہیے۔ کیوں کہ وہی ایسی مذہبی کتابیں چھاپتے ہیں۔ ہر کتب فروش کی ایک لائن ہوتی ہے۔ وہ اس قسم کی کتابوں کو خوشی سے چھاپتا ہے اور فروخت کرنے میں آسانی سمجھتا ہے۔ میں تمھاری مشکلات کو سمجھتا ہوں۔ آئندہ احتیاط رکھوں گا۔ کئی ایک اور کتابیں چھاپنے کو پڑی ہیں۔ ان کے متعلق مختلف آدمیوں سے بات چیت کروں گا۔ دیکھو تو ابھی تک نہ تاج کمپنی نے اور نہ قومی کتب خانہ نے میرے خطوط کا جواب دیا۔ کتب فروش غریب کیا کریں۔ جنگ کا زمانہ ہے۔ جنگی قیدیوں کی کتابیں چھاپنے سے یونہی ڈر آنا شروع ہو جاتا ہے کہ کہیں وہ بھی دھر نہ لیے جائیں۔ حال آں کہ کتابیں سیاسی مضمون پر نہیں ہوتیں۔ اب تم قومی کتب خانہ والوں اور تاج کمپنی والوں کے پاس جاؤ۔ میری طرف سے پوچھو کہ انھوں نے ابھی تک خطوط کا جواب کیوں نہیں دیا۔ تم نے میری رہائی کی تاریخ کو دریافت کیا ہے۔ اس کے متعلق دسمبر کے مہینے میں لکھوں گا۔ کیوں کہ دسمبر کے مہینے میں ایک سال ختم ہوتا ہے۔

2

بلقیس بی بی! السلام علیکم! تمھارا خط ملا۔ مجھے بالکل خیریت ہے۔ تم کسی قسم کا فکر نہ کرو۔ عید کے دو تین روز بعد مجھے بخار ہوا تھا' اب آرام ہے۔ زکام بھی ہو گیا تھا، لیکن بالکل خدا کا فضل ہے۔ میرے ساتھیوں کو صرف سردی کی فکر ہے۔ ڈاکٹر صاحبان ہر وقت میری صحت کا خیال رکھتے ہیں۔ اب آپ کا فکر کرنا بے سود ہے۔ بہر حال میں آپ کا یہاں آنا کسی طرح مناسب نہیں سمجھتا۔ نہ تو میری صحت میں فرق ہے اور نہ کام میں۔ خدا کا فضل ہے رات دن محنت کرتا ہوں۔ خوش رہتا ہوں۔ اب تو یوں بھی مدتِ قید جلد ختم ہو جانے والی ہے۔ اس لیے بستر گرم اور کپڑے جب بھی مناسب سمجھیں آتے جاتے کے ہاتھ بھیج دیں۔ اور خود آنے کی کوشش نہ کریں۔

معروف اچھی بیٹی ہے کہ اپنی صحت کا خیال نہیں کرتی اور میری صحت کے لیے فکر مند ہے، حال آں کہ کئی مہینوں سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی، جس کی وجہ سے پریشانی ہو۔

تاریخِ اسلام کے ناقابلِ فراموش واقعات

مولانا مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

خلیفۂ راشد حضرت فاروقِ اعظمؓ عدالت میں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ کا مکان نبی کریمؐ کی مسجد سے ملا ہوا تھا اور گھر کا پرنالہ مسجدِ نبویؐ میں گرتا تھا۔ بعض دفعہ پرنالے کے پانی سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں نمازیوں کی سہولت کے لیے پرنالہ اُکھڑوا دیا۔ اس وقت حضرت عباسؓ گھر میں موجود نہ تھے۔ جب وہ گھر آئے تو انھیں بہت غصہ آیا۔ انھوں نے فوراً قاضی سیدنا ابی ابن کعبؓ سے رجوع کیا اور انھوں نے حضرت عمرؓ کے نام نوٹس جاری کر دیا کہ رسول اللہؐ کے چچا نے آپؓ کے خلاف مقدمہ دائر کیا ہے۔ اس لیے مقررہ تاریخ کو عدالت میں پیش ہوں اور مقدمے کی پیروی کریں۔

حضرت عمرؓ مقررہ تاریخ کو حضرت اُبی بن کعبؓ کے مکان پر حاضر ہو گئے۔ وہ اپنے مکان میں لوگوں کے مسائل حل کرنے میں مصروف تھے۔ اس لیے حضرت عمر فاروقؓ کو کافی دیر باہر کھڑے ہو کر انتظار کرنا پڑا۔

مقدمہ پیش ہوا تو حضرت عمرؓ نے کچھ کہنا چاہا، لیکن اُبی بن کعبؓ نے انھیں روک دیا اور کہا کہ: ''مدعی کا حق ہے کہ وہ پہلے دعویٰ پیش کرے۔'' مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی۔ حضرت عباسؓ نے بیان دیا کہ جنابِ عالی! میرے مکان کا پرنالہ شروع سے ہی مسجدِ نبویؐ کی طرف تھا۔ رسول اللہؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں بھی یہیں تھا، لیکن حضرت عمرؓ نے میری عدمِ موجودگی میں پرنالہ اُکھڑوا دیا۔ مجھے انصاف فراہم کیا جائے، کیوں کہ میرا نقصان ہوا ہے۔ حضرت اُبی بن کعبؓ نے فرمایا: ''بے شک تمھارے ساتھ انصاف ہوگا۔ امیر المؤمنین! آپ اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہیں؟''

حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ''قاضی صاحب! اس پرنالے سے بعض اوقات چھینٹیں اُڑ کر نمازیوں پر پڑتی تھیں۔ نمازیوں کے آرام کی خاطر میں نے پرنالہ اُکھڑوا دیا اور میرا خیال ہے یہ کہ ناجائز نہیں ہے۔'' حضرت اُبی بن کعبؓ حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا: ''قاضی صاحب! اصل بات یہ ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے اپنی چھڑی سے مجھے نشان لگا کر دیے کہ میں اس نقشے پر مکان بناؤں۔ میں نے ایسے ہی کیا۔ پرنالہ خود حضورؐ نے یہاں نصب کروایا تھا۔ حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپؐ کے کندھوں پر کھڑا ہو کر یہاں پرنالہ لگاؤں۔ میں نے آپؐ کے احترام کی وجہ سے انکار کیا، لیکن حضورؐ نے بہت اصرار کیا اور میں نبی کریمؐ کے کندھوں پر کھڑا ہو گیا اور یہ پرنالہ یہاں لگایا، جہاں سے امیر المؤمنین نے اُکھڑوا دیا۔'' قاضی صاحبؓ نے پوچھا: ''آپ اس واقعے کا کوئی گواہ پیش کر سکتے ہیں؟'' حضرت عباسؓ فوراً باہر گئے اور چند انصار کو ساتھ لائے، جنھوں نے گواہی دی کہ واقعی یہ پرنالہ حضرت عباسؓ نے حضورؐ کے کندھوں پر کھڑے ہو کر نصب کیا تھا۔

(بقیہ صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

صدرالصدور مفتی صدرالدین آزردہؒ

وسیم اعجاز، کراچی

سلطنتِ دہلی کی تاریخ مولانا مفتی صدرالدین آزردہؒ کے تذکرے کے بغیر ادھوری ہے۔ وہ 1790ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام مولانا لطف اللہ کشمیریؒ تھا۔ فقہ اور حدیث کی تعلیم امام شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور ان کے بھائی حضرت شاہ رفیع الدینؒ سے حاصل کی۔ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے حلقۂ درس میں بھی شامل رہے اور ان سے حدیث کی سند حاصل کی۔ دہلی میں تعلیم کے دوران ہی ان کا تعلق ولی اللّٰہی خانوادے سے ہوگیا تھا، جو کہ تادمِ مرگ جاری رہا۔

مفتی صاحب ہر فن میں ماہر تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد دہلی کے صدر الصدور (چیف جسٹس) مقرر کیے گئے۔ قرآن و حدیث، فقہ و اصول، فلسفہ و منطق، سیاست اور دیگر سماجی معاملات میں ان کی رائے کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ دہلی کی جامع مسجد کے قریب مدرسہ دارالبقا میں طلبا کو درس دیتے تھے۔ وہ اس ادارے کے منتظم تھے۔ ان کے پاس استفادہ کرنے والوں کا ہجوم رہتا تھا۔ متعدد طلبا کی کفالت بھی خود ہی کیا کرتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا محمد منیر نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا فیض الحسن سہارن پوریؒ اور مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ (والد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ) قابلِ ذکر ہیں۔

امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے فتویٰ دارالحرب کے بعد جب ولی اللّٰہی تحریک کی حکمتِ عملی میں تبدیلی کی اور اس تحریک کو دو حصوں؛ عسکری ونگ اور فکری ونگ میں تبدیل کر دیا۔ عسکری ونگ کی ذمہ داری حضرت سید احمد شہیدؒ اور فکری ونگ کی ذمہ داری خود نبھاتے رہے۔ فکری ونگ میں امام شاہ محمد اسحاق دہلویؒ، مولانا شاہ محمد یعقوب دہلویؒ، مولانا حسن علی لکھنویؒ، مولانا حسین احمد ملیح آبادیؒ، مولانا شاہ عبدالغنی دہلویؒ، مفتی رشید الدین دہلویؒ کے علاوہ مفتی صدرالدین آزردہؒ بھی شامل تھے۔ مفتی صاحبؒ نے اس ونگ میں نہ صرف یہ کہ تعلیم و تربیت میں نمایاں کردار ادا کیا، بلکہ ملکی فضا کو ہم نوا بنانے، عسکری ونگ میں رضا کاروں کی بھرتی اور مالیہ فراہم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے وصال کے بعد جب امام شاہ محمد اسحاق دہلویؒ اس ونگ کے سربراہ مقرر کیے گئے تو ان کے ساتھ بھی بھرپور کردار ادا کیا۔

1857ء کے ہنگامہ خیز دور میں ان اکابرین کی قربانیوں کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا، جنھوں نے آزادی کے حصول کے لیے اپنی جان اور مال کی قربانیاں پیش کیں۔ علمائے ہند نے اس جدوجہد کو جہاد قرار دیا۔ جنگِ آزادی 1857ء کے بارے میں علمائے کرام نے جب جہاد کا فتویٰ دیا تو 34 علمائے کرام میں مفتی صدرالدینؒ کا اسمِ گرامی بھی شامل تھا۔ دہلی میں موجود ان کا گھر مجاہدین کی پناہ گاہ کے طور پر بھی استعمال ہوتا تھا۔ آزادی کے ان متوالوں کا مقصد انگریز حکمرانوں سے اپنے دیس کو آزاد کروانا تھا۔ ان تمام افراد کی کفالت مفتی صاحبؒ نے اپنے ذمے لی ہوئی تھی۔ ہندوستان کا ایک معروف مؤرخ منشی جیون لال اپنے روزنامچے میں لکھتا ہے کہ:

> ''1857ء کی جنگ کے دوران انگریز فوج کے 50 سپاہیوں کا ایک دستہ مفتی صدرالدینؒ کے مکان پر چڑھ دوڑا۔ اس وقت تقریباً 70 سرفروش مکان میں موجود تھے۔ جب انھوں نے جوابی وار کیا تو دشمنوں کو منہ کی کھانا پڑی اور وہ ناکام واپس ہوئے۔''

مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر مفتی صدرالدینؒ پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔ مفتی صاحبؒ جنگِ آزادی کے دوران دربار میں مستقل حاضر ہوتے رہے اور صدارت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران انگریزوں کی جانب سے ان کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ قیمتی کتب خانہ جو مختلف علوم و فنون کی نایاب کتابوں پر مشتمل تھا، تباہ و برباد کر دیا گیا۔ جو کتابیں بچ گئیں، انگریزوں نے انھیں نیلام کر دیا۔ مرزا اسداللہ خاں غالب اپنے ایک خط میں مفتی صاحبؒ پر بیتے ہوئے حالات کا نقشہ کچھ اس طرح سے کھینچتے ہیں کہ:

> ''حضرت مولوی صدرالدین صاحب بہت دنوں حوالات میں رہے۔ کورٹ میں مقدمہ پیش ہوا۔ روبکاریاں ہوئیں۔ آخر صاحبانِ کورٹ نے جان بخشی کا حکم دیا۔ نوکری موقوف، جائیداد ضبط، ناچار خستہ و تباہ حال لاہور گئے۔ کمشنر (جان لارنس) اور لیفٹیننٹ گورنر نے از راہِ ترحم نصف جائیداد واگزاشت کی۔ اب نصف جائیداد پر قابض ہیں۔ اپنی حویلی میں رہتے ہیں۔''

1857ء کے بعد جامع مسجد دہلی انگریزوں کے قبضے میں آگئی تھی اور تقریباً 2 سال تک فوجی استعمال میں رہی۔ مفتی صدرالدینؒ نے دہلی کے عمائدین کو جمع کیا اور انگریزوں سے بات چیت کے بعد اس مسجد کو خالی کروایا گیا۔ ان کے ساتھیوں میں شاہی خاندان کے مرزا الٰہی بخش بھی تھے۔ اس واقعے کے بعد مفتی صاحب مسجد کی انتظامیہ کمیٹی میں شامل رہے۔ مفتی صدرالدین آزردہؒ عربی، فارسی اور اردو کے قادرالکلام شاعر بھی تھے اور آزردہؔ تخلص کرتے تھے۔ غالب، مؤمن اور دیگر شعرائے دہلی سے ان کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ ان کی زندگی کا زیادہ تر حصہ درس و تدریس اور سرکاری نوکری کی مصروفیات میں گزرا۔ تصانیف کا کام بہت کم کیا۔ ان کی شاعری کا ایک مجموعہ ''تذکرۂ آزردہ'' کے نام سے موجود ہے۔

مفتی صدرالدینؒ آخری عمر میں فالج کے مرض میں مبتلا ہو گئے تھے۔ تمام علمی اور تدریسی سرگرمیاں بھی معطل ہوگئی تھیں۔ سال بھر اس مرض میں گرفتار رہے۔ اسی حالت میں جمعرات کے روز ۲۴ ربیع الاوّل ۱۲۸۵ھ/ 11 دسمبر 1872ء کو 81 سال کی عمر میں اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ آپؒ ہی کا ایک شعر ہے۔ ع

اچھا ہوا نکل گئی آہِ حزیں کے ساتھ
اک قہر تھی، بلا تھی، قیامت تھی، جاں نہیں

www.rahimia.org

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مولانا مفتی عبدالقدیر شعبہ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال پاکستان کا ایک معروف بینک بچت کی ایک سکیم ''تکافل'' کے نام سے شروع کر رہا ہے۔ جس کے جواز میں کراچی کے علمائے کرام کے فتاویٰ بھی موجود ہیں۔ اس سکیم کے تحت ہر ماہ کم از کم دس ہزار روپے اکاؤنٹ میں جمع کیے جاتے ہیں۔ اور زیادہ کی اپنی ایک حد ہے۔ تو یہ رقم مسلسل دس سال تک جمع کریں گے۔ پھر دس سال میں یہ جمع شدہ رقم بمع منافع آپ کو واپس کر دی جائے گی۔ اس سلسلے میں اپنے شہر کے مختلف علما سے میری ملاقات ہوئی ہے، لیکن کسی نے تسلی بخش جواب نہیں دیا ہے۔

براہِ مہربانی اس حوالے سے میری رہنمائی فرمائیں کہ یہ سکیم جائز ہے یا ناجائز؟

جواب حضرات فقہا کے ہاں دراصل تمام معاملات میں کچھ مسلمہ قاعدے ہیں۔ مثلاً جب معاملات جہالت پر یا ناجائز شرائط پر مبنی ہوں یا ایک معاملے کو دو یا دو سے زیادہ معاملات سے خلط ملط کر دیا جائے یا وہ تعاونِ باہمی کی روح کے خلاف ہوں تو یہ سب ناجائز ہوں گے۔ خواہ کیسے ہی خوب صورت ناموں اور الفاظ سے ان کو تعبیر کیا گیا ہو۔ نیز ان کے ہاں مسلمہ قاعدہ ہے کہ العبرة للمعانی لا للألفاظ (تمام معاملات میں الفاظ کا اعتبار نہیں، بلکہ ان کے حقیقی مقاصد و معانی پیشِ نظر ہوں گے۔) تو معنی اور مفہوم کے لحاظ سے تکافل کا معاملہ سراسر سود اور قمار کا معاملہ ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف مفتیٔ اعظم ہند و پاک حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے اپنے فتاویٰ میں نشان دہی کی ہے:

> ''سوال: کیا جو لوگ بیمہ کرتے ہیں، اور منافع کے نام سے مقررہ میعاد کے بعد جمع کی ہوئی رقم کے زائد وصول کرتے ہیں، جیسا کہ کچھ اس کے قواعد ہیں، آیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ اور زائد رقم لینا۔
>
> المستفتی شریف احمد نئی چھاؤنی دہلی، ۱۸ر شعبان ۱۳۵۶ھ/ 3ر نومبر 1937ء
>
> جواب: بیمہ دراصل ربا اور قمار سے مرکب ہے اور یہ دونوں شریعتِ مقدسہ میں حرام ہیں۔ اس لیے بیمہ تجارتی ہو یا جائیداد کا، یا زندگی کا، جب کہ وہ ربا اور قمار (جوا) سے خالی نہیں ہے۔ تو شرعاً حدِ جواز میں نہیں آ سکتا۔
>
> محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ
>
> کفایت المفتی، جلد 8، ص 86-85، طبع مکتبہ امدادیہ، ملتان''

الحاصل! بیمہ جس کو حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے ناجائز قرار دیا ہے اور موجودہ تکافل، یہ دونوں معنی و مفہوم اور مقاصد و اہداف کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔ ان میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رزقِ حلال کے جائز ذرائع کو اختیار کرنے اور حرام اور مشتبہات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ (قومی معیشت) یہ تو منزل پر موجود شہر کا حال ہے، جب کہ اقتصادی راہداری پر بڑے بڑے ترقیاتی منصوبے چینی کمپنیوں کو دیے جا رہے ہیں، جن پر حکومتِ پاکستان کی ضمانت پر کم از کم 18% شرح منافع اُن کمپنیوں کو ادا کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ ضمانت کہیں بھی نہیں لی گئی کہ سرمایہ کاری کس انداز میں ہوگی؟ کیا پیسہ بینکنگ سسٹم میں آئے گا؟ ادائیگیاں چین میں ہی ہوں گی یا پاکستان میں؟ مقامی آبادی کو کس شرح سے ملازمت دی جائے گی؟ اور مقامی سطح پر تیار ہونے والا تعمیراتی خام مال کتنا استعمال کیا جائے گا؟ یہ سب اُس وقت ممکن ہے جب حکومت ان اُمور پر توجہ دے۔ ورنہ ہوگا یوں کہ چین اپنے اقتصادی مفادات کے دباؤ میں آ کر پاکستان کو نہ صرف اس کے حقیقی معاشی مفاد سے محروم کر سکتا ہے، بلکہ اس اقتصادی شہ رگ پر ایک طویل عرصے کے لیے غیر اعلانیہ قبضہ بھی کر سکتا ہے۔

بقیہ (عالمی منظرنامہ) گزشتہ عرصے میں بالادستی یورپ کی تھی، اس لیے ترکی کو بھی اسی کے تابع ویسا ہی کردار ادا کرنا پڑا، لیکن اب ایشیائی اقوام نے دنیا کی نگرانی شروع کر دی ہے۔ ان کے ہاں جنگ جارحیت کو روکنے کا ذریعہ تو ہے، البتہ عدمِ استحکام پیدا کرنے کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ لہٰذا مستقبل میں امید کی جا سکتی ہے کہ دنیا جنگ و جدل کے حالیہ ماحول سے نکل کر عالمی امن و اخوت و بھائی چارے کے نظریے کی طرف بڑھنے سے عمومی خوش حالی کی راہ پر گامزن ہونا شروع ہو جائے گی، جس سے چھوٹی چھوٹی قومیں بھی عزت و وقار کے ساتھ اپنا وجود برقرار رکھ سکیں گی۔

بقیہ (ناقابلِ فراموش واقعات) حضرت عمر فاروقؓ آگے بڑھے اور حضرت عباسؓ سے فرمایا: ''اللہ کے لیے میرا قصور معاف کر دو۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ پرنالہ خود نبی کریمؐ نے یہاں لگوایا ہے۔ ورنہ میں کبھی بھی اسے نہ اُکھڑواتا۔ جو غلطی مجھ سے ہوئی، وہ لاعلمی میں ہوئی۔ آپ میرے کندھوں پر چڑھ کر یہ پرنالہ وہاں لگا دیں۔'' حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ہاں! انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ اتنی وسیع سلطنت پر حکمرانی کرنے والا حکمران' لوگوں کو انصاف کرنے کے لیے دیوار کے ساتھ کھڑا تھا اور حضرت عباسؓ پرنالہ نصب کرنے کے لیے ان کے کندھوں پر کھڑے تھے۔ پرنالہ لگانے کے بعد حضرت عباسؓ فوراً نیچے اُترے اور فرمایا: ''امیر المؤمنین! میں نے جو کچھ کیا، اپنے حق کے لیے کیا۔ جو آپ کی انصاف پسندی کے باعث مل گیا۔ اب میں آپ سے بے ادبی کی معافی مانگتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی حضرت عباسؓ نے اپنا مکان اللہ کے راستے میں وقف کر دیا اور امیر المؤمنین کو اختیار دیا کہ وہ مکان گرا کر مسجد میں شامل کر لیں، تاکہ نمازیوں کو جگہ کی تنگی سے جو تکلیف ہوئی تھی، وہ بھی کم ہو جائے۔

(بحوالہ سیرت الانصار، مسند احمد، 1694، عباس کا پرنالہ، تاریخ اسلام، اکبر شاہ نجیب آبادی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن کثیر) اللہ سے دعا ہے کہ ہماری عدالتوں کو بھی حق فیصلہ دینے کی توفیق دے اور ایسے حکمران بھی دے، جو خود کو قانون سے بالاتر نہ سمجھیں۔

نعتیہ کلام

وسیم اعجاز، کراچی

ہدیہ بہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

ہو کرم سیدِ ابرار ، مدینے والے
بن تیرے کون ہے غم خوار ، مدینے والے

نعت لکھنے کا سلیقہ نہیں آتا مجھ کو
گُل کہاں اور کہاں خار ، مدینے والے

عدل و انصاف سے دُنیا میں اُجالا ہوگا
جان لیں گر تیرے افکار ، مدینے والے

فکرِ قرآن اگر ہم کو سمجھ آجائے
زندگی پھر نہ ہو دشوار ، مدینے والے

لشکر شاہ ولی اللہؒ سے ہوں میں وابستہ
ان پر برسیں تیرے انوار ، مدینے والے

یہ ہیں ظلمت کے شب و روز مٹانے والے
ان میں پائی تیری گفتار ، مدینے والے

جُز تیرے کوئی نہیں ہے ، جو دِکھائے رستہ
سیرتِ احمدِ مختار ، مدینے والے

میرے اللہ! تا قیامت میرا پردہ رکھنا
بن کے آؤں سگِ دربار ، مدینے والے

ہے عجب رقتِ دل بات یہ کہتے اے وسیم
وقت مرنے کے ہو دیدار ، مدینے والے

رحیمیہ مطبوعات کی شاہکار کتابیں

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے تصنیف کردہ زیرِ نظر رسائل "المقدمہ فی قوانین الترجمہ" اور "مقدمہ فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن" فن ترجمہ میں ہونے والی اَغلاط اور کوتاہیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے قرآنی ترجمہ نگاری کے ایک جامع اور بہترین اسلوب کا تعین کرتے ہیں۔ اس کام پر قرآنی علوم کی تحقیق و تدریس سے وابستہ علمائے کرام کی آرا بھی پیش کی گئی ہیں۔ قرآنی علوم کے شائقین کے لیے یہ ایک نادر تحفہ ہے۔

صفحات: 240 رعایتی قیمت: 200 روپے

زیرِ نظر کتاب ایک بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کو منظرِ عام پر لانے پر ملک کے علمی و فکری حلقے فاضل مؤلف حضرت مولانا شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کے ممنون ہیں کہ انھوں نے اس وقت اُمتِ مسلمہ کو ایسے متوازن اور جامع فکر کی نمائندہ شخصیت اور تحریک کا بھرپور تعارف کروایا، جس سے وابستگی کی ضرورت دوچند ہو چکی ہے۔

صفحات: 720 رعایتی قیمت: 500 روپے

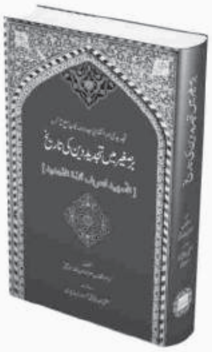

مولانا سندھیؒ کی زیرِ نظر تصنیف، علمائے شریعت ربانی، مشائخ طریقت ایمانی اور ماہرین سیاست دینی کے تاریخی تسلسل پر مبنی اساس کی علمی بنیادوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس تصنیف میں دینِ حق کی تاریخ کا ایک جہانِ فکر آباد ہے۔ "زیرِ نظر تصنیف میں چودھویں صدی ہجری کے معروضی تقاضوں کے پس منظر میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور ان کی جماعت کی تاریخی جدوجہد کا بھی نہایت مربوط و عمیق تجزیہ کیا گیا ہے۔

صفحات: 752 رعایتی قیمت: 600 روپے

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔